لمحاتِ گمشدہ

پیارے ہتاش

ڈاکٹر بھوشن لال کول کے لیے
خلوص کے ساتھ
پیارے ہتاش
۲/۷
۲۰۰۳ء

لمحاتِ گمشدہ

پیارے ہتاش

کتاب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "لمحاتِ گمشدہ"

مصنف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیارے ہتاش

سالِ اشاعت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سنہ ۲۰۰۱ء

سرورق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تعداد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱۰۰

قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پریس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خوشنویس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ موتی لال رینہ

ملنے کا پتہ :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "ستی سر" (رجسٹرڈ)

(۱) دُور درشن گیٹ لین اولڈ جانی پور جموں۔

(۲) "کتاب گھر" ایم اے روڈ سرینگر کشمیر کنال روڈ جموں،

اِس فکرِ بیکراں میں ہیں ڈوبے ہوئے ہتاش

لمحاتِ گمشدہ کو کہاں کیجئے تلاش!

صحت مند ادب کا سنگِ میل

اردو زبان و ادب کی زلفِ گرہ گیر کا کون اسیر نہیں لیکن اس تلخ سچائی سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہماری گنگا جمنی تہذیب کے کچھ دشمنوں نے اردو جیسی خالص ہندوستانی تہذیبی زبان پر بھی مسلسل حملوں کا عمل جاری رکھا ہے۔ نئی نسل کے ذہنوں میں تعصب کے بیج بوئے اور یہ غلط پرچار عام کردیا کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ یہ تعصب اردو ہی نہیں ہندی بھی جھیل رہی ہے جسے ہندو بھاشا بنانے کا زہریلا عمل ہو رہا ہے پنجابی کو سکھوں سے منسوب کیا جارہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ کام وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا زبان و ادب سے کوئی لینا دینا نہیں۔ ضرورت ہے کہ قلم کار اس زہریلی سوچ پر پابندی لگانے کیلئے اپنے قلم کو سپر بنائیں۔ اور لسانی اتحاد و اخوت کیلئے آگے آئیں ورنہ آنیوالے وقت میں ہماری زبانیں ہماری تہذیبی وراثت کو بچانے میں ناکام ہو جائینگی۔

قابلِ ہزار ستائش ہیں وہ قلم کار جو اپنی مادری زبان نہ ہونے کے سبب بھی اپنی تہذیبی زبانوں کو فروغ دینے میں نمایاں کام کرتے رہتے ہیں ایسے ہی عاشقانِ ادب میں ایک نام پیارے ہتاش کا ہے۔ ہتاش کشمیری برہمن ہیں وہ برہمن جنکے معاشرے میں اردو نے ہمیشہ خود کو محفوظ پایا اور یہ پیاری پروان چڑھی۔ کشمیری برہمنوں نے اردو کو برج نرائن چکبست اور علامہ اقبال جیسے جلیل القدر شاعر دیئے ہیں۔ اسی خدمت اردو کے جذبے کے ساتھ پیارے ہتاش نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ "لمحاتِ گمشدہ" آپکے پیشِ نظر ہے جسمیں ایک تڑپ اور ایک جستجو ہے۔ محبت کے سفر میں کچھ اخلاقی اور تہذیبی قدریں ہیں جو ہتاش کا زادِ راہ ہیں۔ ایک انجان منزل ہے جسکے نقوش

بظاہر موجود نہیں ہیں لیکن شاعر کے ذہن میں ضرور جلوہ گر ہیں۔ ویسے ہم سب ہی غیر واضح نقوش کی طرف چل کر کسی نقش کی تعمیر میں چل نکلتے آرہے ہیں۔
"لمحاتِ گمشدہ" میں جو شاعری ہے اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسمیں مایوسی کا اندھیرا نہیں ہے بلکہ آس اور اُمید کی ایک شمع جھلملاتی نظر آتی ہے۔ میرے خیال سے یہ ہی ہتاش کی اپنے سماج کو دین بھی ہوگی۔ اس طرح کے اشعار بہتر سماج کی تعمیر کے لئے موجبِ تحریک بن جاتے ہیں۔

شمعِ اُمید بہر طور جلائے رکھنا
زندگی کیلئے ماحول بنائے رکھنا
کتنا گہرا ہے اندھیرا نہ بھٹک جائے کوئی
یہ گزارش ہے چراغوں کو جلائے رکھنا

پیارے ہتاش کا طرزِ بیان بے حد مؤثر ہے اسمیں اپنائیت کی حلاوت بھی ہے اور اسلوب کی محبت بھی اپنی شاعری کے ارتقا کا پہلا مرحلہ انھوں نے جاذبیت کے ساتھ طے کیا ہے۔
پیارے ہتاش نے فصیح اور بلیغ طرز کے ساتھ جہاں اپنی انفرادیت تلاشنے اور تراشنے میں کامیابی حاصل کی وہاں اپنے اردگرد پھیلی بے چینی کو بھی آئینہ دکھایا ہے۔ کشمیر کی معصومیت پر بربریت کا جو منحوس سایا پڑا اور اسکے نتیجے میں نفرت اور دہشت کا جو ماحول بنا اس نے شاعر کے وجود کو کسی زلزلے کی طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے جس ناقابلِ بیان کرب سے کشمیر گزر رہا ہے اس کا اثر کشمیر کا شاعر قبول کئے بنا نہیں رہ سکتا۔ درد کا اثر ہی ہے جو "لمحاتِ گمشدہ" میں تحلیل ہوا محسوس ہوتا ہے اور بہ زبانِ غزل سرگوشیاں بھی کرتا ہے۔

آپ ہم سے بات کرتے بھی نہیں ہو گئی ہے ہم سے ایسی کیا خطا
زندگی سے جو ہار جاتے ہیں موت کے رو برو کہاں ٹھہریں
گاؤں اپنا نہ اب نگر اپنا در بہ در پھر رہے ہیں شام و سحر

یہ بات راز کی ہے پھر بھی کہہ رہا ہوں ہتاش
یہ وقت وہ ہے کہ خود پر بھی اعتبار نہ کر

ہتاش کی شاعری دعوت فکر و عمل کی شاعری ہے۔ ایسی شاعری جو آہ اور واہ" کی حدوں سے آگے بڑھ کر تلاشِ راہ میں نکلی ہے۔ اسمیں معنویت اور مفہوم کی تہہ داری ہے۔ تغزل کی اشاریت کیساتھ ساتھ معقول اور مقبول طریقہ تعمیر بھی اس مجموعہ میں جگہ جگہ ملے گا۔ آج کی اردو شاعری کیلئے ضروری ہے کہ اسمیں سلاست کیساتھ ساتھ محبت کی بے ساختگی بھی ہو تاکہ ابتدائی آواز اپنی پہچان قائم رکھ سکے۔ خوشی کی بات ہے کہ پیارے ہتاش نے پیاری شاعری سے پیارے ذہنوں کو پیارے پیغام دینے کی پیاری کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر سے

اس کا اندازِ گفتگو ہے الگ
اس کی باتوں کا ہے اثر اپنا
جو زمانے کی روشنی بخشے
پیار کا وہ دیا جلانا ہے

مجھے یقین ہے کہ امن اور تہذیب کے جن "لمحات گمشدہ" کو پیارے ہتاش ڈھونڈنے نکلے ہیں ان کی نشاندہی قدم قدم پر قارئین اپنی پذیرائی سے کریں گے اور اس طرح یہ مجموعہ صحت مند ادب کی ایک تمثیل بھی بنے گا۔

ڈاکٹر ناشر نقوی
شعبۂ اردو، پنجابی یونیورسٹی، پٹیالہ

پیارے ہتاش کشمیری ادب بالخصوص کشمیری شاعری میں ایک اہم نام ہے۔ اُنھوں نے یہ مقام حاصل کرنے میں کسی قسم کی بیساکھیوں کا سہارا نہیں لیا۔ اِس کی بنیاد اُن کی پُرخلوص لگن اور محنت ہے۔

کشمیر سے ہجرت پر مجبور ہونے کے بعد ہتاش جموں میں پناہ گزین ہوئے اور بزمِ اُردو ادب جموں کی نشستوں میں باقاعدہ شامل ہوتے رہے۔ اِس سے اُن کی طبیعت اُردو شاعری کی طرف راغب ہوئی جس کا نتیجہ "لمحاتِ گمشدہ" کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

"لمحاتِ گمشدہ" مکمل ہونے تک کا سفر بڑا صبر آزما رہا ہے۔ اُردو شاعری کیلئے اُن کی لگن دیکھ کر مجھے رشک آتا تھا۔ چونکہ ہتاش صاحب کشمیری شاعری میں فنی لوازمات کا پُورا پُورا خیال رکھتے ہیں۔ اِسلئے اُنھوں نے اُردو شاعری میں بھی وہی راہ اپنائی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بے ہنگم جدید شاعر نہیں بنے۔ اُن کی شاعری اپنی طرف صرف متوجہ ہی نہیں بلکہ دعوتِ فکر بھی دیتی ہے۔ اُن کے بیشتر اشعار میں زندگی کا وہ کرب پنہاں ہے جو اُن کے وطن سے اُن کی ہجرت کا نتیجہ ہے۔ یہ کرب خون کے آنسو رُلا دیتا ہے۔ میرے اور اُن کے درمیان جو رشتہ قایم ہے اُس کے پیشِ نظر میں اُن کی ذات اور کلام کی تعریف سے گریز کرنا چاہتا ہوں کہ یہ رشتہ اِس بات کا جواز پیدا نہیں کرتا کہ حقایق کا اعتراف نہ کیا جائے۔

زیرِ نظر مجموعہ کا پہلا شعر ہی لیجئے ؎

لمحاتِ گمشدہ کو کہاں کیجئے تلاش — اِس فکرِ بیکراں میں ہیں ڈوبے ہوئے ہتاش

یہ شعر رگِ جان میں اُترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ دیکھئے اس شعر کی اساس محبوب کی مُسکراہٹ پر ہے لیکن شعر نے اسے کس ڈھنگ سے بیان کیا ہے۔

ے

تری اک مسکراہٹ جیسے شالیمار کا موسم
میں جتنا بھولنا چاہوں یہ اتنی یاد آتی ہے

پھر اس کے ساتھ ے

میں کتنا دور ہوں اپنے وطن سے سوچتا ہوں جب
وطن کی یاد اکثر میرے دل کو گدگداتی ہے

ہجرت کا منظر اس سے بہتر پیرایہ میں بیان نہیں کیا جا سکتا ہے ے

رستے بستے گھروں کو چھوڑ آئے — ہے فسانہ یہ مختصر اپنا
در بہ در پھر رہے ہیں شام و سحر — گاؤں اپنا نہ اب نگر اپنا

ایسے اشعار زخم پر پھاہا نہیں رکھتے بلکہ اسے اور گہرا کر دیتے ہیں ے

گھر سے گو نکلے ہوئے مدت ہوئی — اس پہ بھی جاتا نہیں گھر کا خیال

یہ بات داد طلب ہے کہ ایک شدید صدمہ برداشت کرنے کے بعد بھی تابش ناسازگار حالات سے سینہ سپر ہیں۔ اگرچہ وطن سے ہجرت نے انھیں اندر سے توڑ دیا ہے لیکن وہ زندگی کرنا جانتے ہیں اور حادثوں کو لبیک کہتے ہیں۔ یہ شعر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے ے

حادثوں کی میں قدر کرتا ہوں — یہ میرے حوصلے بڑھاتے ہیں

یہ ان حادثوں کا صدقہ ہے ے

ہجر کی وادیوں میں رہ کے تابش — میں نے دنیا نئی بسالی ہے

بڑی مدت کے بعد کشمیر کے کسی اردو شاعر کے ایسے اشعار نظر سے گذرے ہیں جو اعلیٰ شاعری کی غمازی کرتے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ تابش اپنی ادبی صلاحیتیں کشمیری شاعری کی طرح اردو شاعری کیلئے بھی وقف کر دیں اور مستقبل میں ایک بہت اچھے شاعر بن کر ابھریں۔

عرش صہبائی ۔ جموں۔

●

وادیٔ کشمیر کے ذی شعور فرزندوں نے جہاں اپنی ہنرمندی اور فنکارانہ صلاحیتوں کے نقش بیشتر لوگوں کے دلوں پر چھوڑے ہیں، وہاں شعر و ادب کے میدان میں بھی دانائی کے جوہر دکھائے ہیں اور اپنی ذہانت کے جھنڈے گاڑے ہیں۔

یوں تو اردو شعر و ادب کے کشمیری النسل مشاہیر میں بہت سے نام بہ آسانی گنوائے جا سکتے ہیں لیکن ان میں علامہ اقبال اور پنڈت برج نرائن چکبست دو ایسے عالمتاب نام ہیں جنکے کلام کو بقائے دوام حاصل ہے۔ یہ دونوں مفکر اور شاعر غریب الدیار بھی تھے۔ یعنی وادی سے باہر اُن کی ولادت ہوئی وہ پروان چڑھے۔ اُنھوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی اور زمانے میں نام اور بلند مقام پیدا کیا۔

عجیب اتفاق ہے کہ زیرِ نظر مسودے کے تخلیق کار پیارے ہتاش بھی کشمیر الاصل ہیں۔ وہ ابھی نوجوان ہیں لیکن زندگی کے لئے مسلسل تگ و دو نے اُنھیں بے حد انداز میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اُن کا مسکراتا ہوا گلاب چہرہ مرجھا گیا ہے۔ اُن کے تیکھے خد و خال پھیکے پڑ گئے ہیں۔ اُن کے ماتھے کی گہری سلوٹوں نے اُنھیں ایک حد تک مغموم اور افسردہ خاطر کر دیا ہے۔ شاید یہی کارن ہے کہ اُنھیں اپنا تخلص بھی ہتاش ہی پسند آیا۔ حالانکہ اس عمر میں ہتاش کے بجائے ہشاش ہونا چاہئے تھا یا بشاش بھی مناسب رہتا۔

پیارے ہتاش کو میں نے جموں کے دو ایک مشاعروں میں شعر پڑھتے سنا ہے وہ نہایت مترنم آواز میں پڑھتے ہیں، اُن کے دل میں سوز ہے اور یہ سوز اُن کے ترنم میں ڈھل جاتا ہے۔ اور یہی سوز صحیح شاعری کی جان ہے۔ اس سوز کے بغیر شاعری محض قافیہ پیمائی ہے اور شاعر ہونا بعید القیاس ہے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ پیارے ہتاش اپنی کاوش "لمحاتِ گمشدہ" کا زیرِ نظر مسودہ کسی مشہور پیش لفظ نگار کو تجزیہ کے لئے بھجواتے اور حسبِ خواہش بہت کچھ لکھوا لیتے پھر یہ تصنیف اہل الرائے حضرات کی توجہ کا مرکز بھی ہو جاتی اور اس طرح اس کی فروختگی کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔

نہ جانے کن حالات میں یہ قرعہ ڈالی تو نام نکلا گیا ہے۔ حالانکہ مجھے اپنی سہل انگاری کا پوری طرح احساس ہے۔

بہر حال بات چل رہی تھی۔ پیارے بتاش کے دل افروز کلام کی جس کے بارے میں اتنا ضرور کہوں گا کہ رواں زمینوں میں اُن کے شعر کہنے کا انداز مجھے پسند ہے۔ وہ بڑی آسان اور اثر انداز شاعری کرتے ہیں۔ وہ غزل کے شاعر ہیں۔ سادہ الفاظ میں پتہ کی بات کہنے کا سلیقہ اُنھیں آگیا ہے۔ میں نے چند اشعار اُن کے مسودے سے پیش کیے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور داد دینے میں میرا ہاتھ بٹائیے۔

۱) مجھ سے حاصل ہوا نہ کچھ اس کو ——— زندگی مجھ سے مل کے پچھتائی

۲) کس نے آخر ڈبو کے ساحل پر ——— آبرو ناؤ کی بچالی ہے

۳) تمہارے تذکرے سے بڑھ گئی اس کی اہمیت ——— میرا بھی ذکر شامل ہے محبت کے فسانے میں

۴) ہر اک شخص نے خیر مقدم کیا ——— تیری بات آخر تری بات تھی

۵) آپ جو مائل کرم ہوتے ——— ذکر میرا گلی گلی ہوتا

۶) بات کرتا ہے پھر خلوص سے وہ ——— وہ مصیبت میں پھر پھنسا دیگا

۷) جس گلستان کو ہم چھوڑ کر آئے ہیں ——— اب وہاں اپنا کوئی ٹھکانہ نہیں

۸) گھر سے گو نکلے ہوئے مدت ہوئی ——— اس پہ بھی جاتا نہیں گھر کا خیال

۹) اک صدا گونجتی ہے کانوں میں ——— میں وہاں ہوں مجھے جہاں سمجھو

۱۰) بات پوچھیں یہ کس سے جا کر ہم ——— ختم ہوگا کہاں سفر اپنا

مندرجہ بالا اشعار سے پیارے بتاش کی شاعری کے نکھرنے اور سنورنے کے امکانات روشن ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ وہ اسی لگن کے ساتھ اپنی مشق سخن جاری رکھیں گے اور اس طرح اُن کی غزلیات کا یہ پہلا مجموعہ آئندہ بہت سے مجموعوں کی اشاعت کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

طالب ایمن آبادی

جل رہا ہے کس کا گھر
کون رہتا ہے اُدھر
جا رہے ہو تم کہاں
یہ اثاثہ لوٹ کر
دیکھ میری زندگی
گھومتا ہوں در بہ در
بات کچھ بنتی نہیں
بات ہو جب بے اثر
دل میں مجھ کو دو جگہ
مجھ کو اپنا جان کر
ہم نے کیا چاہا نہیں
شومئی قسمت مگر
جیسے ممکن ہو سکے
طے کرو اپنا سفر
کون ہے یہ اجنبی
کون ہے یہ ہمسفر

•

یاد آتی ہے وطن کی بار بار
دل میں ہوتی ہے چبھن سی بار بار

کیا چلی آندھی نشیمن بے اُڑی
کیا ہوئی حالت چمن کی بار بار

یہ محبت کے سفر کے مرحلے
دھوپ سے جھلسا بدن بھی بار بار

اب کہاں لمبے سفر کا حوصلہ
اب ستاتی ہے تھکن سی بار بار

آگیا جب دِل میں ماضی کا خیال
سج گئی ہے انجمن سی بار بار

بڑھ گئے ہیں قربتوں کے فاصلے
روکتی ہے ایک تھکن سی بار بار

نیند راتوں کی اُڑاتی ہے بتاش
یہ رضائی بھی کفن سی بار بار

•

مستی بکھیرتا ہے وہ چھلکتا ہوا شباب!
میں دیکھتا ہوں اپنی نگاہوں کا انتخاب
آتی نہیں ہے راس یہ ہر ایک شخص کو
ہوتا ہے کوئی محبت میں کامیاب
اپنی زبان پہ لاؤں گا جو بات دل میں ہے
محفل میں کھا رہے ہیں وہ بے سود پیچ و تاب
ہر ایک جان جائے گا خود اپنی اصلیت
تحریر کر رہا ہوں حقائق کا ایسا باب
میرے قریب تھے جو بہت اُن سے دور ہوں
سہنا پڑا ہے دل کو جدائی کا یہ عذاب

میری سرشت میں تو حق گوئی ہے اے ہتاش
ہر ایک جھوٹ بات کو کرتا ہوں بے نقاب

●

شمع اُمید بہر طور جلائے رکھنا
زندگی کے لئے ماحول بنائے رکھنا

یہ درندے جو تشدد پہ اُتر آئے ہیں
آئینہ ایسے درندوں کو دِکھائے رکھنا

آگ نفرت کی جو بھڑکے تو جلا دیتی ہے
اپنے دِل میں تو محبت کو بسائے رکھنا

کتنا گہرا ہے اندھیرا نہ بھٹک جائے کوئی
یہ گذارش ہے چراغوں کو جلائے رکھنا

عین ممکن ہے وہ فرصت میں اِدھر آ نکلے
اُس کی راہوں میں تو آنکھوں کو بچھائے رکھنا

کیا کروں اب میری عادات میں یہ شامل ہے
ہر گھڑی دِل میں کوئی آس لگائے رکھنا

زندگی کے لئے یہ کتنا ضروری ہے تپاش
حوصلہ دل کا ہر عالم میں بنائے رکھنا

•

اختیار ایسی روش کرتے نہیں
موت سے تو ہم کبھی ڈرتے نہیں
جان دے دیتے ہیں حق پر ایک بار
دن میں سو سو بار ہم مرتے نہیں
یہ سراسر عشق کی توہین ہے
اس طرح آہیں کبھی بھرتے نہیں
یہ تو پی جاتے ہیں انسانوں کا خون
لوگ اس دنیا میں کیا کرتے نہیں
ہو گئی ہے ہم سے ایسی کیا خطا
آپ ہم سے بات تک کرتے نہیں
ہے بھروسہ ہم کو اپنے آپ پر
ہم زمانے سے کبھی ڈرتے نہیں

●

لوگ جو ڈگمگا سے جاتے ہیں
زندگی بھر سنبھل نہ پاتے ہیں
موت کے روبرو کہاں ٹھہریں
زندگی سے جو ہار جاتے ہیں

یاد رکھتے ہیں آپ ہر اک بات
صرف وعدوں کو بھول جاتے ہیں
حادثوں کی میں قدر کرتا ہوں
یہ مرے حوصلے بڑھاتے ہیں

جو ہیں اہلِ نظر زمانے میں
ہر حقیقت کو جان جاتے ہیں
دل میں محشر بپا سا ہوتا ہے
دن جو ماضی کے یاد آتے ہیں

●

پھر پلٹ کر بہاریں آئیں کاش
وادیاں پھر مجھے بُلائیں کاش
میرے دِل کو سکُون سا مِلتا
کوئلیں گیت ہی سُنائیں کاش
اُن کی یادوں سے زخم سِل جاتے
جسم کی آگ کو بُجھائیں کاش
روح کی پیاس میں مرا ہو وہ نظریں
داستان ایسی بھی سُنائیں کاش
دیکھ کر اُن کو دل دھڑکتا ہے
آرزوئیں بھی گنگُنائیں کاش
سوچتا ہُوں کہ وہ حسین نظریں
دُور سے ہی مُجھے بُلائیں کاش

اے ہتاش اتنی بات تو ہوتی
مست آنکھیں وہ مسکرائیں کاش

•

جو باب بھی تھا اُس میں تُو انتخاب نِکلا
اِک اِک سوال تیرا کیا لاجواب نِکلا

جمہوریت نے آخر یہ رنگ بھی دِکھائے
نا اہل تھا سراسر جو کامیاب نِکلا

یہ سچ ہے اُس نے اپنی جانِ عزیز کھو دی
اس امتحان میں لیکن وہ کامیاب نِکلا

اِک اِک قدم پہ ہم نے تعریف کی تھی اسکی
تیکن یہی زمانہ کتنا خراب نِکلا

ہم جانتے ہیں اس کی چارہ گری ہے مشکل
جو غم بھی اُس نے بخشا وہ لاجواب نِکلا

اب زندگی میں کوئی تحریک بھی نہیں ہے
تسکین جس کو سمجھے جی کا عذاب نِکلا

واقف نہیں تھا شاہدؔ اس سے ہتاشؔ ناداں
اوروں کے کام آنا وجہِ ثواب نِکلا

•

کیا ملا ہے اُسے اپنانے سے
اپنے بھی ہو گئے بیگانے سے
بات بگڑی ہوئی کیا سُلجھے گی
اور اُلجھے گی یہ سُلجھانے سے
ہے اُنھیں شعر و سخن کا دعویٰ
لوگ جو فن سے ہیں بیگانے سے
عشق میں مٹنا ہے مشکل کتنا
پوچھنا یہ کسی پروانے سے
بزم میں پہلے کہاں تھی رونق
یہ بہار آئی ترے آنے سے
مُسکرا کر جو کسی نے دیکھا
شہر میں پھیلے ہیں افسانے سے

کیا جفا ہوتی ہے کیا جور ہتاش
ہم ہیں ان باتوں سے بیگانے سے

•

خورشید کے چھپتے ہی نظر آتا ہے دُھواں
اس دِل کی کائنات پہ چھا جاتا ہے دُھواں
دُنیا کو اس نے لے لیا اپنی لپیٹ میں
دیکھیں جدھر بھی ظلم کا لہراتا ہے دھواں
انسان کسی طرح بھی گوارا نہ کر سکے
کیا کہیئے کیسی آگ یہ برساتا ہے دُھواں
مِٹ جائیں آرزوئیں تو بنتی ہیں حسرتیں
بُجھ جائے جب بھی آگ تو بن جاتا ہے دُھواں
یہ زندگی تو موت پہ رکھتی ہے انحصار
پانی پڑے جو اِس پہ تو مِٹ جاتا ہے دُھواں
کیسا عجیب شہر ہے گھُٹتا ہے دَم یہاں
ہوتے ہی شام چار سُو چھا جاتا ہے دُھواں

جلتی ہے جب چِتا تو یہ دیکھا ہے اے تباشؔ
ساری فضا میں جذب سا ہو جاتا ہے دھواں

•

اُس کی کسی بھی بات کا کوئی نہیں جواب
آٹھوں پہر چھلکتا سا رہتا ہے وہ شباب
آزاد ہو کے بھی ہے وہی اپنی ذہنیت
آزاد ہو نہ پائے کسی طور ہم جناب
کھاتے رہے ہیں ہر گھڑی دَر دَر کی ٹھوکریں
سچ پوچھیئے تو اپنا مقدر ہی ہے خراب
یہ اور بات اُن پہ کچھ ہوتا نہیں اثر
پڑھنے کو لوگ پڑھتے ہر چہرے کی کتاب
غیروں کا جو سلوک ہے اُس کا گلا نہ کر
ہم کو دیے ہیں اپنوں نے صدمات بے حساب
پہچان ختم ہو گئی ہر ایک شخص کی
ہر ایک شخص آج ہے پہنے ہوئے نقاب

رکھتے ہیں دل میں آرزوِ جنّت کی اے تباشؔ
رکھتے نہیں مگر وہ گناہوں کا کچھ حساب

•

اُمڈ اُمڈ کر آئے بادل
کہساروں پر چھائے بادل
پھولوں پر بِکھرا کر شبنم
کومل راگ سُنائے بادل
وادی وادی پانی برسے
جَل تھل جَل تھل لائے بادل
وَہاں وہاں بجلی سی چمکے
جہاں جہاں بھی چھائے بادل
سُورج سے اِک آگ برستی
ٹھنڈک سی پہنچائے بادل
دھرتی کی کب پیاس بُجھے
نیلی فضا پر چھائے بادل
کھیتوں کھلیانوں کو اکثر
اپنے ساتھ بہائے بادل
وہ خاموش چھلکتی آنکھیں
کیا کیا یاد دلائے بادل

•

اَب مِلے گا کہاں وہ گھر اپنا
وقت ہو کِس طرح بسر اپنا
اُس کا اندازِ گفتگو ہے الگ
اُس کی باتوں کا ہے اثر اپنا
ہو ہی جائیں گے اپنے دِن پورے
کٹ ہی جائے گا یہ سفر اپنا
رستے بستے گھروں کو چھوڑ آئے
ہے فسانہ یہ مختصر اپنا
دَر بہ دَر پھر رہے ہیں شام و سحر
گاؤں اپنا نہ اب نگر اپنا
بات پُوچھیں یہ کِس سے جا کر ہم
ختم ہو گا کہاں سفر اپنا

ہم تو بس اِتنا چاہتے ہیں مُتاشؔ
ہو سکے جِس سے بس گزر اپنا

•

ہزاروں لوگ ترستے ہیں اپنے گھر کیلئے
نظر میں آس ہے اُجڑے سے رہگذر کیلئے
تمہیں نہ یاد کریں گے یہ مانتے ہیں مگر
کوئی تو شغل ہو اس عمرِ مختصر کیلئے
بھلا سکوں گا نہ ہرگز کبھی تیرا احسان
کہ تو نے داغ دئے مجھکو عمر بھر کیلئے
ملے جو وقت تو آنا غریب خانے پر
ترس گئے ہیں محبت کی اک نظر کیلئے
تمہارے ساتھ ہی گذرے گی زندگی ساری
تمہیں جو اپنا بنایا ہے عمر بھر کیلئے
اگرچہ حلقۂ ظلمات میں جئے برسوں
دعائیں کرتے ہیں دن رات اب سحر کیلئے

نہ جانے کون سی سوچوں میں گم ہو پیارے تلاش
نکلنا ہے ابھی کچھ دیر میں سفر کیلئے

خوب ہے اپنی بزم آرائی
ایک میں ایک میری تنہائی
کاش پہچانتا کبھی اُس کو
کاش ملتی مجھے وہ بینائی!
مجھ سے حاصل ہوا نہ کچھ اُس کو
زندگی مجھ سے مل کے پچھتائی
انقلاب آتا ہے زمانے میں
وقت لیتا ہے جب بھی انگڑائی
کس کو ان کا سُراغ ملتا ہے
کون ناپے غموں کی گہرائی
میں نہ سمجھا مگر زمانے کو
بار بار اُس نے بات سمجھائی

میں نے ہر بات صاف کی ہے ہتاشؔ
اس لئے میں نے ہر سزا پائی

●

سفینہ جس طرح آبِ رواں میں
میں تنہا ہوں مصائب کے جہاں میں
بہاروں کی نہ چھیڑو بات ہم سے
کہ ہم نے پھول اُگائے ہیں خزاں میں
حقائق پر ہے مبنی بات میری
ملاوٹ کچھ نہیں میرے بیاں میں
جو سُنتا ہے وہی سر کو ہے دُھنتا
کشش ہے کسقدر اُس داستاں میں
یہ دُشمن کو بنا لیتی ہے اپنا
یہ خوبی ہے فقط شیریں زباں میں
نکل کر آشیاں سے دَر بہ دَر ہیں
سکوں کتنا تھا اپنے آشیاں میں

بتائے داستان بربادیوں کی
کہاں ہمت ہے تاشؔ خستہ جاں میں

•

آج کتنے سمٹ گئے ہیں آپ
ہم سے ایسے جو کٹ گئے ہیں آپ

یاد ہیں آپ کو وہ سب وعدے
اپنے وعدوں سے ہٹ گئے ہیں آپ

ظلم، جور و جفا، ریاکاری
کتنے خانوں میں بٹ گئے ہیں آپ

ایسا پہلے کبھی نہیں دیکھا
در پہ آ کے پلٹ گئے ہیں آپ

جذب ہو کر میری نگاہوں میں
مجھ سے ہی دور ہٹ گئے ہیں آپ

لاکھ ٹوٹیں مصیبتیں گو ہتاش
رو بہ رو سب کے ڈٹ گئے ہیں آپ

●

حادثوں کو گلے لگانا ہے
زیست کا حوصلہ بڑھانا ہے
ہم تو ہر غم میں مسکرائے ہیں
ہم نے ہر غم میں مسکرانا ہے
جو زمانے کو روشنی بخشے
پیار کا وہ دِیا جلانا ہے
ختم کرنی ہیں تلخیاں ساری
ہم نے ماضی کو بھول جانا ہے
ہم نے دُشمن تو آزمائے ہیں
دوستوں کو بھی آزمانا ہے
جس کی چھاؤں سبھی کے کام آئے
ایک پیڑ ایسا بھی لگانا ہے
دِل کی تسکینِ جاوِداں کیلئے
اس کی آنکھوں میں ڈوب جانا ہے

•

جو بھی ہے دوستو سوالی ہے
بات یہ کس قدر نرالی ہے

سر پھرے گھومتے ہیں ہر جانب
ہم نے عزت بہت بچالی ہے

کاش ہم کو پکارتا کوئی
دل کا رشتہ مگر خیالی ہے

دل کی حالت بگڑ چکی تھی بہت
ہم نے مشکل سے یہ سنبھالی ہے

بات کچھ بھی نہیں تھی کیا کہیئے
اہل دنیا نے خوب اچھالی ہے

لہلہاتی تھی گھاس آنگن میں
کس نے آخر یہ کاٹ ڈالی ہے

زندگی بھر رہا ہے وہ خاموش
بات اُس نے کوئی چھپالی ہے

اُس کی محفل سے ہم اُٹھے ہیں ہتاشؔ
لب ہیں خاموش، ہاتھ خالی ہے

•

جو عمل ہے یہاں خیالی ہے
رسم اس بزم کی نرالی ہے
آپ کو خاک راس آئے گی
میری دُنیا فقط خیالی ہے
خوب ترہے یہ آپ کا انداز
جب ملی ہے نظر چُرالی ہے
سب کو پڑھتا ہے وہ نگاہوں سے
اُس کی ہر بات ہی مثالی ہے
تو جہاں میں ہے کسقدر فیاض
میرا دامن اگرچہ خالی ہے
میں نہیں جانتا مری کشتی
کس نے گرداب سے نکالی ہے

ہجر کی وادیوں میں رہ کے ہتاش
میں نے دُنیا نئی بسالی ہے

•

جو ٹھوکریں کھاتا ہے وہ شخص سنبھلتا ہے
حالات کو وہ اپنی مرضی سے بدلتا ہے
ماحول کو کرتا ہے خوشبو سے مُعطر وہ
دیکھا ہے کہ گلشن میں جو پھول مہکتا ہے
دل توڑ سے دیتے ہیں دو بول بھی نفرت کے
تُو اپنی زباں سے کیوں یہ زہر اُگلتا ہے
ہر جاہل مُطلق ہے چھایا ہوا دُنیا پر
جب دیکھتا ہوں منظر تو خون اُبلتا ہے
حیران سا ہوتا ہوں رفتارِ زمانہ پر
ہر چیز بدلتی ہے جب وقت بدلتا ہے
وہ خوب سمجھتا ہے حالات کے تیور کو
حالات کے سانچے میں انسان جو ڈھلتا ہے

ہم لاکھ کریں کوشش اِس کو نہیں پا سکتے
یہ وقت بھی بجلی کی رفتار سے چلتا ہے

●

تُو خیر خواہوں میں ہرگز اُسے شمار نہ کر
کسی طرح بھی زمانے کا اعتبار نہ کر

مجھے یقین نہ آے تمہارے جلوؤں پر
مری نظر کو تو اتنا بھی بیقرار نہ کر

بنا تو اپنا زمانہ خود اپنی ہمت سے
تو، دوسروں پہ کبھی اتنا انحصار نہ کر

کسی بھی بات پہ جب میرا اختیار نہیں
جو ہو سکے تو مری خامیاں شمار نہ کر

یہ آسماں بھی اپنا زمیں بھی اپنی ہے
کوئی بھی ہو اُسے غیروں میں تُو شمار نہ کر

یہ بات راز کی ہے پھر بھی کہہ رہا ہوں بتاش
یہ وقت وہ ہے کہ خود پر بھی اعتبار نہ کر

•

روِش کیسی ہے یہ کیسا چلن ہے
ہر اک انسان نقشِ بے کفن ہے
یہ دُنیا دیکھنے میں اک چمن ہے
مگر ماحول میں کتنی گھٹن ہے
یہاں تسکین و راحت ڈھونڈتے ہو
یہ دُنیا خار و خس کا ایک بن ہے
ہر اک چہرے پہ چھائی مُردنی سی
ہر اک چہرے پہ یہ کیسی تھکن ہے
یہ کس نے اُس سے کہہ دی بات کوئی
پریشان سا وہ جانِ انجمن ہے
نہ کوئی رنگ ہے خوشبو نہ کوئی
یہ کیسے پھول ہیں کیسا چمن ہے

ہتاشِ دِل شگفتہ کو ہوا کیا
تپش آنکھوں میں، سینے میں جلن ہے

•

غم ہے تو اُسکو جاوداں سمجھو
ورنہ ہر چیز رائیگاں سمجھو
کوئی مہرباں نہیں ہوتا
ہر کسی کو نہ مہرباں سمجھو
اک صدا گونجتی ہے کانوں میں
میں وہاں ہوں مجھے جہاں سمجھو
ہر گماں کم نہیں حقیقت سے
ہر حقیقت کو تم گماں سمجھو
اس کی حد ہی نہیں زمانے میں
غم کو اک سیلِ بے کراں سمجھو

زندگی کو سمجھنا ہے تو ہنؔستاش
تم کرائے کا اک مکاں سمجھو

•

چراغِ آرزو مدّھم نہیں ہے
کوئی بھی آس دِل میں کم نہیں ہے
اصولوں پر ہیں قائم آج تک ہم
کسی صورت بھی یہ سر خم نہیں ہے
زمانے میں ہے آخر کون ایسا
جو تیری ذات میں مدغم نہیں ہے
بتا تو دوں میں ہر اک زخمِ دل کا
مگر ہر زخم کا مرہم نہیں ہے
ہیں اِس کے چار سو کانٹے ہی کانٹے
کسی بھی پھول پر شبنم نہیں ہے
کھلی ہے جب سے دُنیا کی حقیقت
کسی بھی بات کا اب غم نہیں ہے

ہتاشؔ اِس رنگ میں کٹتی ہے اپنی
کسی بھی چیز کا ماتم نہیں ہے

●

اُن کے دیدار کو رہے بے تاب
اُن کے جلوے تھے کسقدر کمیاب
دِل بھٹکتا تھا جلتے صحرا میں
ہم تری آرزو میں تھے غرقاب
ہر قدم پر نئے مصائب تھے
زندگی تھی کہ جان کا تھا عذاب
رحم، مہر و وفا، روا داری
آج کے دَور میں ہیں یہ کم یاب
آپ کے اک ستم سے بھی محروم
ہم ہیں دریا میں اور ہیں بے آب
مُسکراتا ہوں اُن کی باتوں پر
طنز کرتے ہیں جب مرے احباب

رُو بہ رُو اُن کے چپ رہینگے ہتاش
اُن سوالوں کا بس یہی ہے جواب

•

ہر زباں اب تو آگ اُگلتی ہے
دل سے لیکن دُعا نکلتی ہے
آج کیا ہو گیا بہاروں کو
سارے گلشن میں آگ جلتی ہے
جب بھی تنہائیوں کا عالم ہو
ذہن میں اک غزل مچلتی ہے
صبح ہوتی ہے کس وقار کے ساتھ
کس سلیقے سے شام ڈھلتی ہے
غم زدہ ہو کے اُن کی ہر آواز
میرے شعروں میں آ کے ڈھلتی ہے

جب بھی آتے ہیں بزم میں وہ ہتاشؔ
یہ طبیعت ذرا بہلتی ہے

●

ہر قدم پہ دِل چوٹ کھائی ہے
زِندگی پھر بھی مُسکرائی ہے
اس کے انداز آپ جیسے تھے
چاندنی جب اُتر کے آئی ہے
کم نہ تھا جو کسی بھی صحرا سے
اب وہاں بھی بہار آئی ہے
تجربہ اُس کا مُجھ سے بہتر تھا
اُس کی ہر بات کام آئی ہے
وہ جو آئے غریب خانے پر
میرے گھر میں بہار آئی ہے

اُس کو دِل میں بسا لیا ہے ہتاش
دِل میں اِک جوت سی جلائی ہے

●

کھُل جائیں گے اک روز ہم ہنگامِ سفر تک
کچھ دُور چلو ساتھ مرے راہگذر تک

اس پر بھی ابھی جُرأتِ پرواز ہے باقی
مانا کہ جلا ڈالے ہیں اس نے میرے پَر تک

حیرت ہے ستم گر کی نظر جھکتی نہیں ہے
شرمندہ ہوں تو لوگ اُٹھاتے نہیں سر تک

بے خوف نشیمن مرا اپنوں نے جلایا
افسوس کہ مجھ کو نہ ہوئی اسکی خبر تک

یہ شدّتِ آلام یہ مایوسی کا عالم
ہر چیز سمٹ آئی ہے کیوں میرے ہی گھر تک

سچ بولنے سے جو کبھی کتراتے نہیں ہیں
اُن لوگوں کے دل میں نہیں ہوتا کوئی ڈر تک

دُنیا سے ہتاشؔ اُٹھ بھی گئے ہم جو کسی روز
پہنچے گی کسی کو نہ مگر اس کی خبر تک

•

گم ہوئی وہ صدا فضاؤں میں
زندگی کھو گئی خلاؤں میں
گلستاں میں رواں ہے بادِ نسیم
ہاں وہ کشش نہیں اداؤں میں
اب میسّر کہاں حسیں چنار
لیٹ جاتا میں اُن کی چھاؤں میں
کس کا حسن و جمال ہے شامل
زندگی کی حسین اداؤں میں
ہائے کیا دلفریب منظر تھا
کھو گئے وہ کہاں خلاؤں میں

اے ہتاش اُس کی پیاری آنکھوں نے
بیڑیاں ڈال دی ہیں پاؤں میں

•

کاش میرا بھی کوئی گھر ہوتا
یوں بھٹکتا نہ در بہ در ہوتا

جو بلا خود سے بے خبر تھا وہ
کوئی تو خود سے باخبر ہوتا

حوصلے دل کے اور بڑھ جاتے
راستہ اور پُر خطر ہوتا

آپ جو مائلِ کرم ہوتے
ذکر اس کا نگر نگر ہوتا

سب کی آنکھوں میں آ گئے آنسو
اُس کے دل پر بھی کچھ اثر ہوتا

اُس کے سینے میں دل نہیں شاید
اُس پہ باتوں کا کیا اثر ہوتا

وہ جو رہتا ہے دُور دُور ہتاشؔ
کاش وہ میرا ہمسفر ہوتا

•

لمحہ لمحہ نفس نفس پہ بھاری ہے
دل میں کیسی یہ بیقراری ہے

ہر طرف ہے غموں کا گرد و غبار
ہر طرف ایک خوف طاری ہے

ہم کو سمجھیں نہ آپ خانہ بدوش
ایک غم دنیا سے اپنی یاری ہے

راس آتی نہیں یہ ہر اک کو
زندگی ورنہ سب کو پیاری ہے

ہے جدا سب سے اس کا ہر انداز
اس کی ہر بات سب سے نیاری ہے

موت سے بس رہی ہے یہ خائف
زندگی ورنہ کس سے ہاری ہے

کیا ڈرائیں گے حادثے ہم کو
ہم نے زلفِ جہاں سنواری ہے

سب کو اپنا سمجھ رہے ہیں ہتاشؔ
خوب یہ رسم دنیاداری ہے

•

اُدا سے مسکرائے کیا کروگے
وہ ایسے پیش آئے کیا کروگے

تمہارے دل میں جو بچ بس گیا ہے
وہ تم سے روٹھ جائے کیا کروگے

مے و ساغر سے توبہ خوب لیکن
جو بادل گھر کے آئے کیا کروگے

محبّت کے جہاں میں کوئی رہرو
جو رستہ بھول جائے کیا کروگے

بھلا پاؤگے اُس کو دل سے لیکن
وہ پھر بھی یاد آئے کیا کروگے

سمجھ بیٹھے ہو جس کو غیر یکسر
تمہیں اپنا بنائے کیا کروگے

ہتاشؔ نیم جاں سے پُوچھنا یہ
اگر وہ یاد آئے کیا کروگے

جو ہُوا اَب اُس پہ پچھتاؤ نہیں
مسئلوں سے اتنا گھبراؤ نہیں
نفرتوں کی آگ کو ٹھنڈا کرو
اِس کو ہرگز اور بھڑکاؤ نہیں
مُشکلوں میں کام آئینگے یہی
دوستوں کو ایسے ٹھُکراؤ نہیں
بے تکلّف سی ہو کوئی گفتگو
آج ہم سے اتنا شرماؤ نہیں
یہ چھلک جائے نہ اشکوں کی طرح
دل کو اِس درجہ بھی یاد آؤ نہیں

خود بکھر جاؤ گے تم بھی اے ہتاشؔ
رشتۂ دِل کو ایسے بکھراؤ نہیں

تجھ کو تیرا عمل صِلا دے گا
بے سبب کوئی تجھکو کیا دے گا

اس زمانے پہ اعتبار نہ کر
یہ زمانہ تجھے دغا دے گا

یاد رکھنا جو تیرا دُشمن ہے
وقت پر ہر خوشی لُٹا دے گا

دِل یہ کرتا نہیں قبول کبھی
وہ وفا کے عِوض وفا دے گا

بات کرتا ہے پھر خلوص سے جو
وہ مصیبت میں پھر پھنسا دے گا

جِسکو اپنا لہو دیا ہے ہنتاؔ جی
نہیں معلوم کیا صِلا دے گا

ہر خوشی چھین لی زمانے نے
یہ نوازش بھی کی زمانے نے
وقت کا ہر چلن بدل ڈالا
کیسی کروٹ یہ لی زمانے نے
درد و غم سے اُسے نوازا ہے
ہر کسک دِل کو دی زمانے نے
مجھ کو رُسوا کیا جہاں بھر میں
یوُں اُڑائی ہنسی زمانے نے
اِس کا مفہوُم تھا الگ سب سے
بات مجھ سے جو کی زمانے نے
دِل کو حاصل نہیں قرار کہیں
کیا یہ سوغات دی زمانے نے
میرا نام و نشاں مٹا ڈالا
خوُب یہ قدر کی زمانے نے
کیسے کہتے ہتاشؔ حال دِل
جب زُباں کاٹ لی زمانے نے

گردشِ شام و سحر سے آشنا
ہم تو ہیں ہر اک بشر سے آشنا

جانتے تھے اُس کا ہر نقشِ قدم
ہم تھے اُس کی رہگزر سے آشنا

جس سفر پر وہ روانہ ہو گیا
کون ہے اب، اُس سفر سے آشنا

رات سے اب اس قدر مانوس ہوں
اب نہیں ہوں میں سحر سے آشنا

وہ سمجھتے ہیں ہر اک انداز کو
لوگ ہیں جو اُس نظر سے آشنا

اپنے بارے میں نہیں معلوم کچھ
آدمی ہے بحر و بر سے آشنا

ہم نہیں خائف سفر سے اے ہتاشؔ
ہم ہیں آفاتِ سفر سے آشنا

ہم سے نظریں مِلا کے بات کرو
اِک ذرا مُسکرا کے بات کرو
سر جُھکانے سے کچھ نہیں ہوگا
ہر جگہ سر اُٹھا کے بات کرو
تم تکلّف سے پیش آتے ہو
سارے پردے اُٹھا کے بات کرو
پھر فضا میں بکھیر دو مستی
پھر ذرا لڑکھڑا کے بات کرو
بات کرنے کا کچھ مزا آئے
کوئی محفل سجا کے بات کرو
تُم کو رستہ دِکھائے گا یہ ضمیر
اِس دئیے کو جلا کے بات کرو

ایسے جانو نہ غیر ہم کو ہستاش
یُوں نہ نظریں چُرا کے بات کرو

زندگی اک عجب کہانی ہے
جاوداں ہو کے بھی یہ فانی ہے
کیا بھروسہ کرے کوئی اس پر
چند روزہ یہ زندگانی ہے
اُس کی ہی ذاتِ معتبر ہے یہاں
اُس کی ہی ذات غیرفانی ہے
کس کو حاصل ہوا ثبات یہاں
جو بھی شئے ہے جہاں میں فانی ہے
اُس کی جو بات بھی ہے جادو اثر
اُس کی ہر بات میں روانی ہے

یہ لازم ہے رہیں ہم انکساری سے زمانے میں
کبھی ملتا نہیں کچھ بھی کسی کا دل دُکھانے میں

تمہارے تذکرے سے بڑھ گئی ہے اس کی اہمیت
مرا بھی ذکر شامل ہے محبت کے فسانے میں

یہ کیسا شوق ہے اُن کا، یہ کیسا ذوق ہے اُن کا
انھیں کیا لطف آتا ہے مرے دل کو دُکھانے میں

یہ مانا دل سے دل ملنے میں ہے کچھ اور ہی عالم
مزا کچھ اور ہی ہے آپ سے آنکھیں ملانے میں

ہتاشؔ خستہ جاں تو منتظر ہے کب اجل آئے
کہاں لگتی ہے اتنی دیر لیکن اُس کو آنے میں

●

ڈھلتی شام کا سایہ میں
رات پڑے گھبرایا میں
ساری رات گنے تارے
صبح ہوئی گھر آیا میں

پانی پانی تھا موسم
بھیگا بھیگا آیا میں
ٹہنی ٹہنی پھول کھلے
خوشبو لے کر آیا میں

کون یہ مجھ کو تکتا ہے
کس کے من کو بھایا میں
سات سمندر پار گئے
تجھ سے ملنے آیا میں

میری بھی اوقات ہے کیا
اپنے جسم کا سایہ میں
اس پر چلنا مشکل ہے
جس رستے سے آیا میں

تم ہی ہو وہ شخص ہتاش
جس کو ملنے آیا میں

•

ہم سفر بن کر میرا چلتا ہے غم
آرزو کی گود میں پلتا ہے غم

اس کی مستی سے ہے وہ دل ہمکنار
جس کسی کے دل میں بھی پلتا ہے غم

دل کی گہرائی میں جب پلتا ہے غم
زندگی بھر پھولتا پھلتا ہے غم

ہر کوئی کرتا ہے کیوں اس سے گریز
دل میں سورج کی طرح جلتا ہے غم

دل کے پیمانے کا عالم کیا کہیں
دل کے پیمانے میں جب ڈھلتا ہے غم

اپنی حد سے جب گزرتا ہے ہتاشؔ
اک نئے سانچے میں پھر ڈھلتا ہے غم

•

آدمی کو مُسکرانا چاہیئے
زندہ رہنے کا بہانا چاہیئے

گلستاں میں آپ بھی موجود ہوں
اور کچھ موسم سہانا چاہیئے

راستے میں لعل و گوہر بھی ملیں
اپنے دامن کو بچانا چاہیئے

تلخئ غم کی اگر شدت بڑھے
دوستو! رقص میں ساغر اُٹھانا چاہیئے

اُنجمن سے اُٹھ کے جانے کے لئے
آپ کو کوئی بہانا چاہیئے

•

سر کو ہاتھوں میں لئے چلتے رہے
لوگ ایسے ہی بن جئے چلتے رہے

ہم نے رستے میں نہیں روکے قدم
چاک دامن کے سیئے چلتے رہے

منزلوں تک راستہ ہموار ہو
سو جتن ہم نے کئے چلتے رہے

گھور اندھیروں کا سفر درپیش تھا
بجھ گئے سارے دیئے چلتے رہے

●

فرق کس درجہ حق و باطل میں تھا
کس کو اپناؤں میں اس مشکل میں تھا

بستی بستی ڈھونڈتا تھا میں اُسے
اور وہ کافر تو میرے دل میں تھا

روکتی کیا راستے کی آڑ جنہیں
جو قدم بھی تھا میرا منزل میں تھا

وہ مجھے پہچان لے گا دیکھ کر
ایک اندیشہ دلِ غافل میں تھا

گو سمندر میں تھی گہری خامشی
تیز تر طوفان اک ساحل میں تھا

وہ نظر تھی یا کہ کوئی کہکشاں
ایک لطف خاص اس جھلمل میں تھا

پھر میں تیری انجمن میں آیا ہوں
ساتھ کتنی آرزوئیں لایا ہوں

میری صورت دیکھنا ممکن نہیں
ہر قدم پر آپ اپنا سایہ ہوں

اب نہ چھیڑو بات ماضی کی کوئی
وہ جزیرہ چھوڑ کر میں آیا ہوں

کس لئے میں نے تجھے اپنا کہا
بار ہا اس بات پر پچھتایا ہوں

دیکھ میرے دل میں ہے کتنا خلوص
دیکھ کتنے شوق سے میں آیا ہوں

طے کیا کتنا سفر لیکن ہتاش
پھر بھی اپنے گھر ہی واپس آیا ہوں

●

خوب ہے یہ خوش بیانی آپ کی
کتنی اچھی ہے کہانی آپ کی

پُرکشش ہے کِس قدر اک اک ادا
کِتنی پیاری ہے جوانی آپ کی

آپ ہیں تقریر میں جادو بیاں
تیز ہے کِتنی روانی آپ کی

ہوگئی ہے آج ہر اک بات سچ
جو بھی سُنتے تھے زبانی آپ کی

دِل میں روشن ہو گیا داغِ جفا
کِس قدر ہے مہربانی آپ کی

آپ نے سمجھا اگر شاعر مُجھے
یہ بھی ہے اِک قدر دانی آپ کی

دُنیا میں بیمثال تھا وہ لاجواب تھا
آخر میری نِگاہ کا وہ انتخاب تھا

اُس کا خیال آیا تو آنکھیں چھلک پڑیں
کیا کیجئے کہ دِل میں غم بے حساب تھا

جب سے تیری نِگاہِ کرم اس کی چھُو گئی
تب سے ہر اِک ذرّہ یہاں آفتاب تھا

محرومیوں کے سائے میں یُوں عمر کٹ گئی
جیسے کسی غریب کا دورِ شباب تھا

اُس کی سمجھ میں آ نہ سکیں اس کی عظمتیں
اُس کیلئے یہ زِندگی شاید عذاب تھا

اپنا لیئے ہیں ہم نے جہاں کے تمام غم
اِس اِک ذرا سی بات میں کِتنا ثواب تھا
جس میں تھا اے ہتاشؔ خلوص و وفا کا ذِکر
شاید کتابِ زیست میں ایسا بھی باب تھا

کہوں تو کس سے کہوں کسقدر اُداس ہُوں میں
جہاں حسُن میں تصویرِ رنگِ یاس ہُوں میں

گزُر رہے ہیں ابھی لوگ جِن مراحل سے
تمام ایسے مراحل سے رُوشناس ہوں میں

سڑک پہ نِکلوں تو حیرت سے دیکھتے ہیں مجھے
پُرانے دوَر کا شاید کوئی لِباس ہوں میں

مری زُباں پہ لگائی ہیں بندشیں اُس نے
مرا یہ جرُم ہے شاید کہ حق شناس ہوں میں

بجُھا سکے گا میری تِشنگی کو کون ہتاش
جنم جنم سے لگی ہے جو ایسی پیاس ہوں میں

●

گھر سے گو نکلے ہوئے مُدّت ہوئی
اس پہ بھی جاتا نہیں گھر کا خیال

سجدہ کرنے کو جبیں خود جُھک گئی
جب کبھی آیا ہے اُس دَر کا خیال

ڈالتا ہوں جب نظر اعمال پر
دِل کو تڑپاتا ہے محشر کا خیال

بن گیا ہے جو ترا ایماں بتا آخر
دِل میں ہے اُس ایک کافر کا خیال

اب کٹے گی اُجڑی بستی میں یہ عمر
اب تو یہ ہے زندگی بھر کا خیال

ہے مجھ سے زندگی برہم ذرا ٹھہر جاؤ
بڑا عجیب ہے عالم ذرا ٹھہر جاؤ

نہ جانے دل کو یہ کیا کیا پیام دیتی ہے
تمہاری یاد کی سرگم ذرا ٹھہر جاؤ

یہ چاہتا ہوں میں ہر بات صاف ہو جائے
ہر ایک بات ہے مبہم ذرا ٹھہر جاؤ

بدلنے والا ہے ماحول پھر چلے جانا
کہ گھٹ رہا ہے ابھی دم ذرا ٹھہر جاؤ

پھر اس کے بعد نہ دیکھو گے تم مری صورت
یہ زندگی ہے کوئی دم ذرا ٹھہر جاؤ

ابھی تو کھائی نہیں ہے مری انا نے شکست
ابھی ہوا نہیں سر خم ذرا ٹھہر جاؤ

●

خود آگاہی سے گو وہ بہرور تھا
زمانے سے سراسر بے خبر تھا

تمہیں سُننے کی فرصت ہی نہیں تھی
فسانہ زندگی کا مُختصر تھا

اُسے بے شک زمانے کی خبر تھی
مگر وہ خود سے کتنا بے خبر تھا

میّسر آج تک ہیں ٹھوکریں ہی
یہ یاد آیا وہ میرا ہمسفر تھا

سحر تا شام ہنگامے تھے کتنے
مگر وہ دَور کتنا مختصر تھا

کوئی محلوں میں تھا محفل سجائے
مگر گلیوں میں کوئی دربدر تھا

کسی نے لُوٹ لی ہے دل کی دُنیا
کسی کے سحر کا دل پر اثر تھا

کبھی چوموں گا خاک اپنے وطن کی
میں زندہ صرف اتنی آس پر تھا

مگن تھا وہ ہتاشؔ اپنی ہی دُھن میں
کہا میں نے جو کچھ وہ بے اثر تھا

حقائق سے وہ کسقدر دُور ہے
کسی بات پر بھی جو مغرور ہے

پریشان ہوتا رہے ہر کوئی
زمانے کا شائد یہ دستور ہے

تیرے پرتوِ رُخ کا فیضان ہے
نظر تو نظر دِل بھی مسرور ہے

ہر اک لب پہ دہشت کی ہی بات تھی
کتنی بھیانک سی اک رات تھی

ترستے تھے اک بوند پانی کو ہم
خدا جانے کیسی وہ برسات تھی

ہر اک شخص نے خیر مقدم کیا
تری بات آخر تری بات تھی

ستارے سر رہگذر آ گئے
تری ہر نظر میں کرامات تھی

کبھی آپ بھی میرے اپنوں میں تھے
کبھی آپ سے بھی ملاقات تھی

وہ جس پر جفاؤں کا الزام تھا
جو سوچا تو وہ اپنی ہی ذات تھی

•

کیا کہیں کیا ہے یہ زندگی دوستو
ہے پلکوں پہ دائم نمی دوستو

میں سمجھتا ہوں دنیا کے اطوار سب
مجھ کو حاصل ہے یہ آگہی دوستو

مجھ کو گھیرے رہیں سینکڑوں آفتیں
پھر بھی جینے کی چاہت رہی دوستو

یاد مجھکو بھی تھی غم کی اک داستاں
وہ لب تک نہ لائی گئی دوستو

خود اپنا ہی کوئی بھروسہ نہیں
کیا کریں بات ہم آپ کی دوستو

تم نے کیا کیا ستم میرے دل پہ کئے
یاد ہیں داستانیں کئی دوستو

میرے اشعار میں دیکھ لینا ہتاشؔ
جب ہو محسوس میری کمی دوستو

کھسک گئی ہے زمیں اب تو آسماں دیدو
میں اپنے سر کو چھپاؤں کوئی مکاں دیدو

میں اجنبی ہوں یہاں کس سے دل کی بات کہوں
میں سر چھپاؤں کوئی کنجِ آشیاں دیدو

مجھے نصیب تھا جو میری زندگی میں کبھی
میری حقیر گذارش ہے وہ سماں دیدو

یہی ہے آرزو میری یہی تمنا ہے
جو حق کی بات کہے ہاں وہی زباں دیدو

سمجھ سکے جو میرے فن کو، میرے شعروں کو
جہاں شعر و سخن ہیں وہ مہرباں دیدو

●

زندگی کتنی بے وفا نکلی
آشنا تھی نا آشنا نکلی

میں نے اکثر گلے لگایا اِسے
کیا کروں زندگی خفا نکلی

ہم نے دُنیا کو باوفا سمجھا
یہ مگر کتنی بے وفا نکلی

اس کی ہر بات میں تھا غم کا کرب
آرزو غم میں مُبتلا نکلی

حسن نظر کے تھے مُختلف انداز
وہ میرے غم کا آسرا نکلی

تم ستم گر ہو خوش رہو پھر بھی
اپنے مُنہ سے یہی دُعا نکلی

•

تڑپتا ہے یہ دل جب دوستوں کی یاد آتی ہے
کروں کیوں کر بیاں یہ کس طرح مجھ کو ستاتی ہے

وفا کے راستے پر آپ تھے جب ہمسفر میرے
ذرا سی بات ہے دل کو مگر کتنا رُلاتی ہے

تیری صورت اُبھرتی ہے جو ماضی کے جھروکوں سے
نگاہِ شوق کو اکثر کئی منظر دکھاتی ہے

تری اک مسکراہٹ جیسے شالیمار کا موسم
میں جتنا بھولنا چاہوں یہ اُتنا یاد آتی ہے

سحر سے شام تک مصروف تھے ہم شعر و نغمہ میں
پرانی بات ہے پھر بھی یہ اکثر یاد آتی ہے

میں کتنا دور ہوں اپنے وطن سے سوچتا ہوں جب
وطن کی یاد اکثر میرے دل کو گدگداتی ہے

•

سینکڑوں طوفان اس سر سے گزر جانے کے بعد
اب وہ اپنانے لگے ہیں ہم کو ٹھکرانے کے بعد

اس سے بہتر تھا یہی ہر بات کرتے سوچ کر
کس لئے آنسو بہاتے ہیں وہ پچھتانے کے بعد

ہم جنہیں اپنا سمجھ بیٹھے تھے وہ اپنے نہ تھے
ہوش آیا دِل کو لیکن چوٹ سی کھانے کے بعد

اجنبی راہوں پہ ہم تو گرتے پڑتے چل دیئے
مِل گئی ہے ہم کو منزل ٹھوکریں کھانے کے بعد

دِل کو تڑپانے میں کیا کوئی کسر باقی رہی
آپ کیوں چپ چاپ سے ہیں دِل کو تڑپانے کے بعد

آپ شاید اپنی دُھن میں اور ہی عالم میں تھے
آپکو آواز دی راہوں میں کھو جانے کے بعد

کیسی دُنیا ہے یہ کیسے لوگ ہیں پیارے ہیتاشؔ
دُور ہو جاتے ہیں دِل سے دِل کے پاس آنیکے بعد

گم ہوئے ہیں بستیوں والے کہاں
خالی خالی سے پڑے ہیں سب مکاں

گم ہوئے صحراؤں میں سارے نشاں
ریت میں ڈھونڈوں انھیں لیکن کہاں

کھو گئے کس دھند میں وہ لوگ بھی
جو تھے اخلاص و وفا کے پاسباں

جن سے ہنگامہ بپا ہوتا تھا روز
ایسی باتیں بھی تھیں اپنے درمیاں

ہم بھی کس عالم میں تھے کھوئے ہوئے
جب چلا ہم سے بچھڑ کر کارواں

جن کو میں اپنا سمجھتا تھا ہمتاش
آج مجھ سے دور ہیں وہ مہرباں

●

اُس کے بارے میں غلط نکلا قیاس
وہ تو اندر سے تھا کس درجہ اُداس

حق کی کوئی بات کر سکتا نہیں
چھا گیا ہے اس قدر خوف و ہراس

کیا ستم ہے اُس نے ہی دھوکا دیا
جس سے وابستہ رہی ہر ایک آس

اپنے دل کا حال کہنے کے لئے
آدمی جائے تو جائے کس کے پاس

ہم نے کوشش کی کہ اس سے نبھ سکے
زندگی آئی نہ لیکن ہم کو راس

دُور ہے انسانیت سے کس قدر
آج کا انساں ہے کتنا بدحواس

ان دنوں کس کے تصور میں ہیں گُم
کیا سبب ہے آپ رہتے ہیں اُداس

شہر سے اُکتا چکا ہوں اے ہتاشؔ
چاہتا ہوں اب کسی جنگل میں باس

تفسیر کیا ہو میری اک انتشار ہوں میں
ویران راستے کا گرد و غبار ہوں میں

تجھ پر نہ حرف آئے یہ سوچتا ہوں اکثر
خود اپنے حالِ خستہ پہ شرمسار ہوں میں

جن وادیوں سے بچھڑے مدت گزر گئی ہے
ان وادیوں کی خاطر پھر بے قرار ہوں میں

اک دوسرے کی خاطر پیہم تڑپ ہے دل میں
کچھ بیقرار ہو تم کچھ بے قرار ہوں میں

ہر حد مسرت سے دور آ گیا ہوں
دن رات رنج و غم سے اب ہمکنار ہوں میں

جس میں نہ قہقہے ہیں جس میں نہ کوئی نغمہ
خاموش وادیوں میں وہ آبشار ہوں میں

دو روزہ زندگی میں یہ بات کم نہیں ہے
مفلس ہوں لاکھ پھر بھی بااعتبار ہوں میں

مجبوریاں بتاؤں آخر ہتاشؔ کس کو
فرسودہ سے رواجوں سے ہمکنار ہوں میں

●

زندگی کیا راس ہم کو آئے گی
ریت کی دیوار ہے گر جائے گی

کیا ضروری ہے ملیں رنگین محل
جھونپڑے میں بھی گزر ہو جائے گی

کیا رہے گی زندگی پھر پُروقار
دامنِ اُمید جب پھیلائے گی

آپ کو شاید نہیں یہ تجربہ
تلخ باتوں سے زباں جل جائے گی

جس جگہ ہوں گے ترے نقشِ قدم
اُس جگہ بزمِ حسیں سج جائے گی

تم جو افسردہ رہو گے اے ہتاش
ہر طرف پژمُردگی چھا جائے گی

•

جب خود میں جھانکتا ہوں
ظلمت کو ھانکتا ہوں

میں راہِ جستجو میں
سڑکوں کو ناپتا ہوں

گردش ہی ہے جو ایسی،
ہیں جس سے کانپتا ہوں

دُنیا کے شور و شر سے
میں دُور بھاگتا ہوں،

منزل ہے دُور لیکن
قدموں کو آنکتا ہوں

جو درد بن کے چھائے
وہ راگ آلاپتا ہوں

دُشمن ہیں جان کے وہ
ہیں جن کو جانتا ہوں

●

تیری راہوں میں کلیاں بچھاتا رہا
تیرا ہر اک ستم میں بھلاتا رہا

غم اُٹھاتا رہا، مُسکراتا رہا
سینکڑوں زخم دِل میں چھپاتا رہا

میری بربادیوں کا سبب جو بنے
اپنے سینے سے اُن کو لگاتا رہا

کاش کہتا وہ ہر بات کو رُو بہ رُو
اپنے دِل میں جو برسوں چُھپاتا رہا

اس سے بڑھ کر وفا کا ہو معیار کیا
میں تیرا ہر ستم بھول جاتا رہا

اُس کے چہرے سے ظاہر تھا ہر رازِ دِل
دل کا ہر راز گو وہ چھُپاتا رہا

اُس کے دِل میں یہ کتنا عجب شوق تھا
ساحلوں پر وہ طوفاں اُٹھاتا رہا

جو ممکن ہو تم سے میرے غم گُسارو
محبّت سے اس زِندگی کو سنوارو

نہیں کوئی ادنیٰ، نہیں کوئی اعلیٰ
سبھی ہیں برابر یہاں میرے یارو

بہت تیز ہوتی ہے ہر کاٹ اِن کی
یہ نشتر نہ باتوں کے دل میں اُتارو

کئی مرحلے آئیں گے راستے میں
مگر زندگی مُسکرا کر گزارو!

بہت ہو چکیں موت کی داستانیں
کرو بات جینے کی اے غم گُسارو

نہ بہلے گا جھوٹی تسلّی سے یہ دل
فقط تم محبّت سے اس کو پُکارو

بشاش ایسی آوارگی لے نہ ڈوبے
ابھی وقت ہے خود کو کچھ تو سُدھارو

اس طرح جسم میں سمائے کوئی
روح کی تشنگی مٹائے کوئی

میں بھٹکتا ہوں کب سے راہوں میں
میری منزل مجھے دکھائے کوئی

اُس کے آگے زباں نہیں کھلتی
کس طرح حالِ دل سنائے کوئی

میں تو اس بات کو ترستا ہوں
کاش! اپنا مجھے بنائے کوئی

کون سمجھے گا ایسی باتوں کو
درد اپنا کسے بتائے کوئی

مجھ کو ہے بھولنا بہت آساں
میری یادوں کو بھول جائے کوئی

•

ایک دِن ایسا بھی آئے گا ضرور
دَورِ وحشت بیت جائے گا ضرور

منزلِ مقصود مِل ہی جائے گی!
عزمِ محکم رنگ لائے گا ضرور

حق پرستی کو جو رکھے گا عزیز
زندگی بھر مار کھائے گا ضرور

دیکھنا مُنہ پھیر لیں گے سب یہاں
تم پہ ایسا وقت آئے گا ضرور

ہم بتا دیں گے کہ ہم کیا چیز ہیں
وقت وہ دِن بھی دکھائے گا ضرور

آپ کا حُسنِ توجہ چاہیئے
لمحہ لمحہ گنگنائے گا ضرور

مُدّتوں سے ہم ہیں جس کے مُنتظر
دیکھنا اِک دِن وہ آئے گا ضرور

وَقت کا اندازہ ہے یہ اے ہمّاشؔ
تم کو دیوانہ بنائے گا ضرور

--

کتنی اُمید لیے گھر میں وہ آیا ہوگا
اُس نے ماضی کو بہر طور بھلایا ہوگا

خود پہ اتراتا ہے کس درجہ کوئی دہشت گرد
خونِ معصوم سے لوگوں کا بہایا ہوگا

غیر ممکن تھا کہ وہ ہاتھ کبھی پھیلاتا
بھوک نے اُس کو بہر طور ستایا ہوگا

کھو گئے لوگ کہاں بستی کو ویراں کر کے
اُسی منظر نے اُسے خوب رُلایا ہوگا

کس کو معلوم ہے وہ دل پہ جو بیتی ہوگی
واقعہ کوئی بھی جب یاد اُسے آیا ہوگا

ایسے حالات میں ملتا کوئی رہ گیر کہاں
اُس نے ہر راہ میں کانٹوں کو اُگایا ہوگا

اپنے وعدے کو بہرحال نبھا دیتا وہ
عین ممکن ہے اُسے یاد نہ آیا ہوگا

کتنی ہی محفلیں ہیں بھول گئی ہیں جو تاش
دوستوں نے بھی اُنھیں دل سے بھلایا ہوگا

-o-

زمانہ آیسے صدیوں سے رواں ہے
زمین پاؤں میں سر پر آسماں ہے

کسک ہے، درد ہے، مایوسیاں ہیں
محبت میں یہ کیسا امتحاں ہے

مہکتے تھے ہزاروں پھول جن پر
اُنھیں شاخوں پہ اب سُونا سماں ہے

ہیں کتنی مُشکلیں راہوں میں لیکن
مسافر جانبِ منزل رواں ہے

چلا ہوں چھوڑ کر جس گلستاں کو
اسی میں اِک مرا بھی آشیاں ہے

وفاؤں کے عوض ہے بے وفائی
خُدایا، کیا یہ دستورِ جہاں ہے

تھی گھر میں کسقدر پہچان اُس کی
نکل کر گھر سے اب وہ بے نشاں ہے

بہاروں کا سماں رہتا تھا جس میں
اُسی گلشن میں اب دورِ خزاں ہے

ہتاشؔ اُس کو سمجھ بیٹھا ہے سب کچھ
حقیقت میں وہ اُس سے بدگماں ہے

کاش! کوئی اپنائے مجھے
روز و شب تڑپائے مجھے

یہ انجانی راہیں ہیں
آپ کہاں لے آئے مجھے

برسوں تک میں بھٹکا ہوں
اور نہ وہ بھٹکائے مجھے

رہتا ہے جو وردِ زباں
نام تیرا تڑپائے مجھے

سب کو غیر ہی لگتا ہوں
رستہ کون دکھائے مجھے

درد سلگتا رہتا ہے
اس سے کوئی بچائے مجھے

میں کیوں بُجھا سا رہتا ہُوں
کون یہ بات بتائے مجھے

اپنے شہر کو دیکھ سکوں
کوئی وہاں لے جائے مجھے

بھُولی بِسری یادوں کے
ڈَستے ہیں اب سائے مجھے

اپنے گھر کو چلیں ہنا آنش
مژدہ کوئی سُنائے مجھے

—

نظر میں نہ لب پر کوئی بات تھی
غضب کی بھیانک وہ اک بات تھی

ترستے تھے اک بوند پانی کو لوگ
خدا جانے کیسی وہ برسات تھی

ملے بھی تو اک تشنگی سی رہی
بڑی مختصر سی ملاقات تھی

جو دیکھا اسے ہم نے نزدیک سے
چمکتی تھی جو وہ تو اک دھات تھی

ہوئیں اس سے مجروح خودداریاں
کرم بھی ترا اک خیرات تھی!

جفا کے بھی پہلو تھے اس میں نہاں
تیری ہر ادا میں کوئی بات تھی

تری ذات پر تبصرہ کر سکے
کہاں میرے دِل کی یہ اوقات تھی

کٹی زندگی اپنی ایسے ہستاشؔ
کہ جیسے یہ مُفلِس کی بارات تھی

—o—

وہ نہ غم سے کبھی گھبرائے اُسے کہدینا
وہ جو بے چین نظر آئے اُسے کہدینا

جھوٹ پھر جھوٹ ہے کب تک یہ سہارا دیگا
وہ جو حق بات کو جھٹلائے اُسے کہدینا

دل پہ جب چوٹ پڑے مُنہ سے نہ تم اُف کرنا
آنکھ میں پانی جو بھر آئے اُسے کہہ دینا

کوئی بہروپ ہو، ہو جاتا ہے ظاہر اکثر
یعنی بہروپ سے کتر ائے اُسے کہدینا

وہ سر بزم حقیقت کو کرے جب بھی بیاں
دِل میں ہرگز نہ وہ پچھتائے اُسے کہدینا

یہ زمانہ ہے یہاں ٹھوکریں مِلتی ہیں مُدام
ہر قدم پر وہ سنبھل جائے اُسے کہدینا

یہ مجبوری نہیں صحرا میں چلے تُو ہی فقط
ریت موتی کبھی بن جائے اُسے کہہ دینا

دل کے دامن سے بہر طور جھٹک دے وہ ہتاش
اُس کو جب بھی مری یاد آئے اُسے کہہ دینا

—o—

آج ماضی کی یاد کیا آئی
دُور تک بج اُٹھی ہے شہنائی

اِس جہاں میں کوئی نہیں اپنا
بارہا دِل کو بات سمجھائی

زِندگی میں مہک سی پھیل گئی
جب چلی آرزُو کی پُروائی

خوُب ہے اس کی بزم آرائی
جس کو راس آگئی ہے تنہائی

آرزُوؤں نے لی ہے انگڑائی
جب نظر اُس نظر سے ٹکرائی

آپ کا قرب کیا ہے مُجھکو
میری قسمت میں جب ہے تنہائی

کوئی میرے سوا نہیں ہے سّتاشؔ
کس جگہ آج زندگی لائی!!

•

آگیا ہے مجھ پہ ہر الزام جھوٹ
ہوگیا ہوں ہر جگہ بدنام جھوٹ

موت تو ہے زندگی کی ابتداء
زندگی کا موت ہے انجام جھوٹ

جانتے ہیں لوگ میرے نام کو
میں ہوں بزمِ شعر میں گمنام جھوٹ

اب نہیں حق گوئی کا کوئی رواج
بولتے ہیں لوگ صبح و شام جھوٹ

اُس کے سر ہیں ہر قسم کی تہمتیں!
آج کا انسان ہے خوش نام جھوٹ

سچ نظر آئے تو ہم سجدہ کریں
ہم نے دیکھا ہے یہاں ہر گام جھوٹ

مُستحقِ انعام کے جو ہیں ہما آتش
اُن کو مِلتا ہے یہاں انعام جھوٹ

●

اپنی ہی دُنیا میں جو مسرور تھے شام و سحر
دُور اب اپنے گھروں سے لوگ ہیں وہ دربدر

میکدے کی سمت آنے کا ارادہ تو نہ تھا
خُود بخود ہی میرے پاؤں کھینچ لائے ہیں ادھر

فائدہ کیا تُو نے اس دُنیا کو پہنچایا نہیں
داد کے قابل سہی بے شک ترا فکر و نظر

آج کے اس دَور میں جو ہیں سراسر بے شعُور
کیا نہیں وہ لوگ کہلاتے ہیں اب اہلِ نظر

لڑکھڑا جاتا ہُوں سُن کر بھُوکے بچوں کی صدا
یہ گُزر جاتی ہے اکثر میرا سینہ چیر کر

کوئی تو ان آنسوؤں کی قدر کرتا اے بسملؔ
مِل گئے ہیں خاک میں یہ بے بہا لعل و گہُر

●

شب کسی طور پہ گذرتی نہیں
کیا کہوں زندگی سنورتی نہیں

مجھ کو تسلیم ہے کہ پیتا ہوں
بُری عادت ہے یہ سُدھرتی نہیں

بات بن کے بھی بن نہیں پاتی
یہ بگڑتی تو ہے سنورتی نہیں

کون اُس کو یہاں پکارے گا
میری آواز تو اُبھرتی نہیں

زندگی تو بگڑتی ہے ہر گام!!
کیا سنواروں اسے سنورتی نہیں

میری باتوں کا کیا اثر اُس پر
بات دل میں کوئی اُترتی نہیں

اے ہنتاش! اُس نظر کے میں قربان
مجھ سے کمبخت بات کرتی نہیں

تیرے دیوانے ہیں جو اُن کو ستاتا کیوں ہے
یہ بتا اپنوں کو اِس درجہ رُلاتا کیوں ہے

دِل میں جو بات ہے وہ صاف اُبھر آئے گی
غم کے پردے میں اُسے ایسے چھپاتا کیوں ہے

کون سے موڑ پہ آکر مجھے چھوڑا تُو نے
دِل میں احساسِ وفا ڈوبتا جاتا کیوں ہے

ابر آلودہ فضا عرش پہ تارے بھی ہیں گُم
ایسے عالم میں کوئی راہ دِکھاتا کیوں ہے

بھُولنا چاہوں تو ہرگز نہ تجھے بھُول سکوں
یادِ ماضی کی طرح مجھ کو ستاتا کیوں ہے

اُس نے تخلیق کیا آپ ہی جس منظر کو
اُسی منظر پہ اب وہ اشک بہاتا کیوں ہے

تیرا اپنا ہوں میں تُو مجھ کو سمجھا نئے الگ
دل میں جو بات ہے وہ مجھ سے چھپاتا کیوں ہے

اپنے ہاتھوں ہی بہائے یہ لہُو کے دریا
اپنے اِس فعل پہ اب کانپ سا جاتا کیوں ہے

اُس کی یادوں کے دُھندلکے کے سوا کیا ہے ہتاشؔ
اِک اندھیرا سا سرِ شام یہ چھا جاتا کیوں ہے

•

کس آرزو سے پھول چمن میں اُگائے تھے
ہم نے ہزار رنگ کے نقشے بنائے تھے

جو آج ایک صحرا کی صورت ہے دوستو!
اُس گلستاں میں ہم بھی کبھی چہچہائے تھے

خوشیوں کا کوئی نام نہ تھا دُور دُور تک
پھیلے ہوئے نگاہوں میں حسرت کے سائے تھے

اِک انقلابِ وقت نے بکھرا دیا اُنھیں
آنکھوں میں ہم نے سینکڑوں سپنے سجائے تھے

آتا تھا یاد جب وہ زمانہ، وہ محفلیں
سو بار اپنے حال پر آنسو بہائے تھے

سُنتے ہیں اُس پہ چھا گیا ہے رنگِ فسردگی
جس زندگی کو ہنستا ہوا چھوڑ آئے تھے

جن منظروں سے بچھڑے ہوئے عمر ہو گئی
منظر وہ دل کو پھر بھی بہت یاد آئے تھے

جن وادیوں میں یاسیت بکھری ہے چار سو
اُن وادیوں میں ہم نے کبھی گیت گائے تھے

گھر سے نکل کے کیا کہیں اک چپ سی لگ گئی
آتا ہے یاد ہم بھی کبھی مسکرائے تھے

کس سے پناہ مانگتے ہم لوگ اے ہتاش
اپنے ہی گھر میں اک عجب وحشت کے سائے تھے

•

آپ سے جب بھی میں دُور رہ جاؤں گا
سوچتا ہوں کہ کیسے سکوں پاؤں گا

کون ہے اب شناسا میرا شہر میں
کس سے میں حالِ اِس دل کا کہہ پاؤں گا

کر دیا ہے فراموش جس گاؤں نے
دیکھنا ایک دِن اُس کو یاد آؤں گا

اُس نے تڑپایا مُجھ کو یہ سچ ہے مگر
غیر ممکن ہے میں اُس کو تڑپاؤں گا

اپنے حق سے اگرچہ میں محرُوم ہوں
تیرا حق ہے جو تجھ کو دِلا پاؤں گا

ایک چھوٹا سا ذرّہ ہوں میں دہر میں
وقتِ مُشکل مگر پھر بھی کام آؤں گا

خوُب ہیں مجھ پہ احسان گو آپ کے
کِس طرح بوجھ اِتنا اُٹھا پاؤں گا

جس چمن میں جلا ہے مرا آشیاں
دیکھنا تم وہیں پھر پلٹ جاؤں گا

اُس کی پلکیں حسرت سے رشتہ مرا
میں نہ ہرگز اُسے اب رُلا پاؤں گا

اے ہتاشؔ اُس کو اِتنا بتادے کوئی
جس قدر وہ بھُلائے گا یاد آؤں گا

●

ملی ہے زندگی وہ جس پہ شرمسار ہوں میں
مری بساط ہے کیا راہ کا غبار ہوں میں

بہت غریب سہی میں مگر حقیر نہ جان
میرا یقین کر فردا کا اعتبار ہوں میں

حسین وادیاں ہیں جن کو چھوڑ آیا ہوں
پلٹ کے پھر وہیں جانے کو بیقرار ہوں میں

مجھے ملی نہیں توفیق کوئی کام کروں
خود اپنے حالِ شکستہ پہ شرمسار ہوں میں

پرانی رسموں کا ہرگز نہیں ہوں میں قائل
نئے سماج سے کس درجہ ہمکنار ہوں میں

میں بے نیاز ہوں دنیا کے شور و شر سے تاشؔ
کہ کہسار کے دامن میں آبشار ہوں میں

●

کون سُنے ویران سے اِن صحراؤں میں میری آواز
کھو سی گئی ہے دُنیا کی آوازوں میں میری آواز

یہ کہنہ رسمیں گاؤں کی، یہ فرسودہ سے بندھن
اُبھر نہ پائی خود میرے ہی گاؤں میں میری آواز

اب گرداب ہیں، لہریں ہیں یا موجوں کے کہیں طوفان
ڈوب گئی کتنے گہرے دریاؤں میں میری آواز

تُم سے ایسا ممکن ہو تو مجھ پر یہ احسان کرو
جذب کرو تم اپنی مست نگاہوں میں میری آواز

مل نہ سکوں گا اب تو کسی بھی موڑ پہ ڈھونڈو لاکھ مجھے
سُن پاؤ گے تم پیپل کی چھاؤں میں میری آواز

اب تو روک نہ پائیگا ہرگز بھی کوئی اے ہیتاشؔ
پھیل چکی ہے اب تو گاؤں گاؤں میں میری آواز

•

اک ٹھکانہ تھا گلستاں میں جلایا کب کا
وقت نے نام و نشاں میرا مٹایا کب کا

تم نے جینے کے سکھائے ہیں سلیقے کتنے
دل میں جو زخم بھی تھا ہم نے چھپایا کب کا

اُس نے بھی دیکھ کے مُنہ پھیر لیا ہے ہم سے
ہم نے بھی حال دلِ زار سنایا کب کا

میرا ابھی اپنے پرائے سے کوئی ربط نہیں
مُجھ کو بھی چھوڑ گیا اپنا پرایا کب کا

ایسا لگتا ہے کہ ہم خود کو بھی اب بھُول گئے
حادثہ کوئی بھی ماضی کا نہ یاد آیا کب کا

اُس کی جو بات بھی ہے اس میں ہے اِک نرم روی
ڈھل چُکا اُس کے تکبّر کا وہ سایہ کب کا

مُجھ کو اغیار سے شکوہ نہیں ہے کوئی بتاش
اب تو اپنوں نے ہی ہے مُجھکو بھلایا کب کا

•

جفا دیکر کو اُس نے وفا کا نام دیا
سموم وحشت تھا جس کو صبا کا نام دیا

جو حق کی پوچھئے مجھ کو پلا دیا زہراب
میرے مسیحا نے لیکن دوا کا نام دیا

بدل دیئے ہیں شکایات کے بھی معنی ہی
جو لب پہ آئی تو میں نے دعا کا نام دیا

تمہارے ہاتھوں پہ جتنے نشان باقی ہیں
لہو کی چھینٹوں کو ہم نے حنا کا نام دیا

عجیب بات ہے ہر کوئی ہے برہنہ سا
نئے زمانے نے اس کو حیا کا نام دیا

میں مر مٹا ہوں اُسے اِس کا اعتراف نہیں
کہ اُس نے میری وفا کو جفا کا نام دیا

عجیب لوگ تھے کس سے کہیں یہ پیار ہتاش
ہوئی لبوں کو جو جنبش صدا کا نام دیا

غموں کے سائے میں یہ زندگی گزاری ہے
ذرا بتانا تمہیں اس کی جانکاری ہے

دراز رہتا ہے ہر وقت اس کا دست طلب
کچھ ایسے لگتا ہے انساں اک بھکاری ہے

تمام رات قیامت سے کم نہ تھی ہرگز
تمام رات تڑپتے ہوئے جو گزاری ہے

بکھرنے دینگے نہ اس کو کسی بھی صورت ہم
ہزاروں مشکلوں سے زندگی سنواری ہے

تم آسمان کے مالک ہو مانتے ہیں مگر
زمیں پہ حق ہے ہمارا زمیں ہماری ہے

عجیب عالم مستی میں کھو گئے ہیں ہم
نگاہ و دل پہ محبّت کا کیف طاری ہے

ہمارے واسطے ہے شہر اجنبی سا بہت
کہ ہم نے دشت میں یہ زندگی گزاری ہے

•

یہ تمنا ہے ہم کو جینے دو
زخم جتنے ہیں دل میں سینے دو

جس سے یکسر چمک اٹھے ماحول
فکر کے ایسے آبگینے دو

تابش زندگی کے مارے ہیں
سائے سائے میں ہم کو جینے دو

وہ تمہیں عمر بھر دعا دیں گے
تشنہ لب ہیں جو ان کو پینے دو

ہم پہنچ جائیں اپنی منزل تک
عزم کے ہم کو ایسے زینے دو

اور کچھ مانگتے نہیں ہم لوگ
اپنا حق ہے یہ ہم کو جینے دو

تشنہ لب کس قدر ہے تیرا ہماتش
اپنی آنکھوں سے اس کو پینے دو

•

کتنا سرور زندگی کو دے گئی کتاب
رہتی ہے یوں تو ہر گھڑی خاموش سی کتاب

اک اک قدم پہ راہ دکھاتی رہی مدام
حق یہ ہے اپنے ساتھ ہمیشہ رہی کتاب

اسرار اس نے کھول دئے ہیں جہان کے
فردا کی دے گئی ہے کبھی آگہی کتاب

اُپدیش جس میں کرشن نے ارجن کو ہے دیا
ہم کو عزیز سب سے رہی ہے وہی کتاب

علم و ادب سے جس کو ذرا بھی نہیں لگاؤ
اُس شخص کیلئے بھلا کس کام کی کتاب

اس کے سہارے کٹ گئی یہ زندگی متاشؔ
دُنیا کو کیا بتائیں ہم کو کیا دے گئی کتاب

•

یوں سرِ راہ ہر اک لاش اُٹھانے والو
کیا مِلا ہے تمہیں یہ خون بہانے والو

کیا کروگے انھیں جن کی کوئی تعبیر نہیں
اپنی آنکھوں میں کئی خواب سجانے والو

یہ تو انسانیت کے نام پہ اک دھبّہ ہے
بے گناہوں کا عبث خون بہانے والو

تُم بھی اِک روز اسی آگ میں جل جاؤ گے
امن کی بستیوں میں آگ لگانے والو

کل تو آباد تھے گھر، اب وہاں ویرانی ہے
زندگی کی نئی تصویر بنانے والو

انقلاب ایسے جگائے کہ مِٹایا خود کو
انقلاباتِ زمانہ کو جگانے والو

چھڑ ہی جائے گا سرِ بزم کبھی ذکرِ بتاںؔ
کیا کروگے میری دُنیا کو مِٹانے والو!!

•

تم تو خوشیوں کی بات کرتے ہو
ہم نے اک اک قدم پہ غم دیکھے
دُوسروں پر جو جان دیتے ہیں
ایسے احباب ہم نے کم دیکھے
نظمِ دُنیا بدل کے رکھ دیں جو
ہم نے وہ صاحبِ قلم دیکھے
مُسکراتے تھے گو بظاہر وہ
لوگ اندر سے محوِ غم دیکھے
پھول جیسا مزاج تھا جنکا
ہم نے پتھر کے وہ صنم دیکھے

اتنے ہو پریشان کیوں اے تابش
ہم نے کیا کیا نہ غم دیکھے

●

کہاں گیا وہ من کا سرور
دِل کی دُنیا ہے بے نور

آدمی مر جانے کے بعد
موت کے ہاتھوں ہے مجبور

حُسن کی تو تم بات ہی چھوڑو
عشق بھی ہے کتنا مغرور

کہاں ہے اب پُرکھوں کی نشانی
گھر ہے وہ مجھ سے کتنی دور

اُن کے بھروسے زندہ رہنا ہو تو
خواب ہوئے ہیں چکنا چور

ہم سے خفا بے وجہ نہیں وہ
بات ہے ایسی کوئی ضرور

سر پہ پڑی تھی جو گھر چھوٹا
اپنا اس میں کیا تھا قصور

آپ کا یہ فیصلہ برحق ٹھہرا
مجھ کو ہے سب کچھ منظور

کہا سنا جو اس نے ہتاش
اس کو کر لینا منظور